

صرف ایک بارش!

عید کے دن، امریکہ سے ایک ناشنا سافون آیا۔ بات ہوئی۔ اشرف چوہدری پورٹ لینڈ سے بول رہا ہوں۔ اشرف چوہدری کے نام سے کچھ بھی ذہن میں نہ آسکا۔ مگر، ظاہرنہ کر سکتا تھا۔ بہر حال مشکل اس وقت آسان ہوئی، جب موصوف نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب پہلی بارفون کر رہا ہوں۔ خیر بات شروع ہوئی۔ غیر ملک میں مقیم، ہر پاکستانی کی طرح اشرف بھی از حد پریشان تھا کہ ملک عملی طور پر کس طرف جا رہا ہے۔ درست بات تو یہ ہے کہ کسی طرف بھی نہیں جا رہا۔ مکمل طور پر محمد ہو چکا ہے۔ اشرف کا تعلق کراچی سے ہے۔ خیال تھا کہ کوئی سیاسی بات کریگا یا بھارت کے متعلق موجودہ معاملات پر کوئی نکتہ بیان ہوگا۔ مگر اشرف چوہدری نے یہ کہہ کر حیران کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب، میرا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ کراچی، لانڈھی کا رہنے والا ہوں اور بارش کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج سے ٹھیک کچھ دن پہلے، چند دنوں کی بارش سے کراچی عملی طور پر ڈوب گیا تھا اور اسکے کئی نیشی علاقوں میں کشتیاں چل رہی تھیں۔ عید کے دن بھی کراچی بارش کے پانی کی وجہ سے مفلوج ہو چکا تھا۔ اشرف کہنے لگا کہ ایک دو دن کی معمولی سی بارش نے میرے آبائی شہر کو دریا بنا دیا ہے۔ میرا پناپر انہیں گھر جو کہ کرایہ پر دیا ہوا ہے، مکمل طور پر زیر آب آچکا ہے۔ کرایہ دار نے بتایا ہے کہ پانی اس درجہ زیادہ ہے کہ گھر کی بالائی منزل میں منتقل ہو چکا ہے۔ سب سے اہم بات کہ پانی کو باہر نکالنے کیلئے سرکاری اقدامات حد رجہ ناکافی ہیں بلکہ موجودہ نہیں ہیں۔ اشرف کی بات سننے کے بعد گزارش کیا کہ میں تو لاہور کا رہنے والا ہوں۔ آپکی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ اشرف نے انتہائی متنانت سے جواب دیا کہ یہ میرے علم میں ہے۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ اگر پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہی بارش جیسی عام قدرتی آفت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو باقی کیا رہ جاتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ کوئی بڑی مصیبت آجائے، تو اس سے بر سر بیکار ہونے کیلئے کیا معاملات ہو گے۔ ذہن کو ایک جھٹکا سالاگا۔ اشرف کی بات تو درست تھی بلکہ بالکل درست تھی۔ واقعی اگر کراچی کو کوئی بڑا مسئلہ درپیش ہو، تو پھر اس کا مقابلہ کیسے ہوگا۔ اشرف نے کہا کہ امریکہ میں پورٹ لینڈ میں گیارہ سال سے مقیم ہوں۔ یہاں سال کے 154 دن مسلسل بارش ہوتی رہتی ہے۔ مگر سڑکوں اور گھروں میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ کسی بھی جگہ پانی جمع نہیں ہوتا۔ میرا سوال تھا کہ پورٹ لینڈ میں کتنی بارش ہوتی رہتی ہے۔ گمان تھا کہ دس بارہ انج سالانہ بارش ہوتی ہوگی۔ مگر جواب سنکر سوچ میں پڑ گیا۔ اسیلے کہ جواب میرے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔ پورٹ لینڈ میں سالانہ 43 انج بارش ہوتی ہے۔ بلکہ چند برس پہلے تو پچاس انج بارش ہوئی تھی۔ 43 انج بارش میرے لیے بالکل جیران کن خبر تھی۔ ضرور اشرف کو غلط نہیں ہوگی۔ مگر اس کا اظہار فون پر نہ کر سکا۔ بہر حال، دو چار منٹ بعد، اشرف انتہائی دلکھی انداز سے کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب، اب میں امریکہ سے واپس نہیں آنا چاہتا۔ شروع شروع میں وطن واپسی کا خیال آتا تھا۔ مگر اب اپنے پرانے شہر جا کر کیا کروں گا۔ جہاں بارش کو روکنے کا معقول بندوبست نہ ہو، وہاں بقیہ انسانی زندگی کی سہولیات کیا ہوں گیں۔ اس بارش کے بعد میری فیملی نے فیصلہ کیا ہے کہ جومرضی ہو جائے، کراچی واپس نہیں جائے گے۔ اشرف کی آواز بھرارہی تھی۔ اس نے بڑی تہذیب سے فون بند کر دیا۔ اشرف کے بیان کردہ حقائق مکمل طور پر درست نکلے۔

اس وقت سے لیکر آج تک سوچ رہا ہوں کہ ہر سیاسی حکومت، کراچی کو معیشت کا انجن گردانی ہے۔ مگر کسی بھی حکومت کو توفیق نہ ہو پائی کہ اس سونے کے انڈے دینے والی مرغی کو احتیاط اور محبت سے پال لے۔ صوبائی حکومت تو پہم ایک ہی سیاسی جماعت کی ہے۔ مرکزی حکومت بھی پانچ برس تک انہی کے پاس تھی۔ پھر بھی کراچی کی قسمت نہ بدل سکی۔ ایم کیوا یم تو گز شتہ تیں برس سے مسلسل ہر حکومت کا فعال حصہ رہی ہے۔ مگر انہوں نے بھی اس معاملہ میں کوئی سنجیدگی نہیں دکھائی۔ مجموعی طور پر، کراچی کو بدترین صورتحال میں پہنچانے والے تمام سیاسی فریقین شامل ہیں۔ بدستی سے کوئی بھی ذمہ داری قبول نہیں کر رہا۔ کیا یہ الیہ نہیں ہے کہ سندھ کے موجودہ وزیر اعلیٰ فرم رہے ہیں، کہ وہ پانی کی نکاسی نہیں کر سکتے۔ انکے پاس کوئی طریقہ نہیں ہے کہ پانی کو فوری طور پر ڈرین کر پائے۔ کم از کم مجھے، وزیر اعلیٰ سے اس طرح کے غیر سنجیدہ بیان کی توقع نہیں تھی۔ ایک پڑھا لکھا انسان، جو کہ پشیتی سیاستدان ہے۔ اگر بر ملا، اپنی ناکامی کا اظہار کر رہا ہے تو باقی کیا بات رہ جاتی ہے۔ ویسے دل سے جواب دوں یا لکھوں تو مجھے پاکستان میں کسی بھی سیاسی رہنماء سے خیر کی توقع نہیں ہے۔ وہی گھسے پیٹے اعلانات، وہی جعلی باتیں اور پھر وہی بوڑھے بوڑھے نعرے۔ یہاں قوم کا مقدار بہتر کرنے کیلئے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ عید کی رات یا شام دا گلے دن سندھ کے وزیر اطلاعات ٹی وی پر فرم رہے تھے کہ نکاسی آب کا کام تو بلدیاتی اداروں کا ہے اور وہ تو ایم کیوا یم کے پاس ہیں۔ بہر حال انہوں نے اتنا ضرور کہا کہ سندھ کی حکومت اپنی استطاعت کے مطابق کام کر رہی ہے۔ شام دوہج بھی بول گئے اور اپنی حکومتی ناکامی کا بر ملا اظہار کر کے لوگوں سے معافی بھی مانگ لی۔ میری دانست میں معافی مانگنا یا مانگنا بے وقت ہے کیونکہ اس سے لوگوں کی تکلیف کسی صورت میں کم نہیں ہوتی۔ تھوڑی دیر بعد، کراچی کے بلدیاتی اداروں کے مدارالمہماں ٹی وی پر آگئے۔ سارا ملبہ، سندھ حکومت پڑال رہے تھے۔ انکے بقول، بلدیاتی اداروں کو صوبائی حکومت نے فنڈ زہی نہیں دیے کہ کسی قسم کا کوئی کام کر سکیں۔ قصہ کوتاہ کہ کوئی بھی بارش میں بدانظامی کی ذمہ داری نہیں لے رہا۔ نہ ایم کیوا یم، نہ صوبائی حکومت۔ مرکزی حکومت اور پیپلز پارٹی کی صوبائی حکومت میں اتنی سیاسی دوریاں ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہنگ سمجھتے ہیں۔ عام لوگوں کے معاملات کیا خاک حل کر لیں گے۔ یعنی مجموعی طور پر کراچی میں کوئی بھی فعال فریق نہیں ہے جو لوگوں کی تکلیف کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو۔ ہاں بیان بازی، کیلئے ہر ایک، ہر دم تیار ہے اور ہر سانچہ پر سیاست کرنا اپنا اولین فرض سمجھتا ہے۔ صوبائی حکومت کو گز شتہ تیں سال میں کراچی کی ترقی کیلئے کتنے پیسے ملے ہیں، کوئی بھی بتانے کیلئے تیار نہیں۔

دیکھا جائے تو بارش بھی کوئی زیادہ نہیں ہوئی۔ اس بار کراچی میں صرف 158 ایم بارش ہوئی۔ مگر دس سے گیارہ گھنٹہ کی مسلسل بارش نے قیامت برپا کر دی۔ یہ قیامت، قدرت کی طرف سے نہیں تھی۔ بلکہ لاچ اور بدانظامی کی وہ سفا کی تھی، جس سے لوگ آشنا تو ہیں، مگر پالا پڑے تو خدا یاد آ جاتا ہے۔ کراچی کے ماسٹر پلان میں سینکڑوں ڈرین موجود تھے۔ انکی تعداد تین سے سے پانچ سو تک بتائی جاتی ہے۔ کراچی کا ماسٹر پلان کیا تھا اور اسے پیسے کے لاچ میں کیسے تبدیل کیا گیا، اسکی تفصیلات سپریم کورٹ کے نایاب فیصلے میں موجود ہیں۔ بلڈر مافیا اور حکومتی اداروں نے نکاس کے نالوں کو ماسٹر پلان سے غائب کروادیا۔ نتیجہ میں تقریباً ہر نالہ پر کمرشل عمارتیں بنادی گئیں۔ جب پانی کے نکاس کا نالہ ہی غائب کر دیا گیا اور اسکی زمین کو فروخت کر دیا گیا تو پانی کدھر جائیگا۔ لازم ہے کہ سڑکوں پر ہی

موجود رہے گا یا لوگوں کے گھروں میں عذاب بکردا خل ہو گا اور واقعی یہی ہوا۔ کراچی کے غریب علاقے تو خیر ڈوب ہی گئے، مگر مہنگے علاقوں میں بھی پانی جمع ہو گیا۔ صوبائی حکومت نے جو بلند بانگ اعلانات اور اخراجات کیے تھے، وہ بھی بڑھنے ہو کر سب کے سامنے آگئے۔ ایم کیو ایم کے میسر کا یہ دعویٰ کہ پیسے نہیں ملے، یہ بھی درست نہیں نکلا۔ کیونکہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے تحت، کے ایم سی کو پچاس کروڑ روپے منتقل کیے گئے تھے۔ ان پیسوں کا کیا استعمال ہوا، اسکا جواب، کراچی کے میسر سے ہر صورت میں پوچھا جانا چاہیے۔ مگر یہاں کون سوال کریگا اور کون جواب دیگا۔ کراچی بلکہ سندھ، کر پشن کی وہ چڑا گاہ ہے، جہاں مضبوط فریق، رشتہ کے پیسے کو جائز چارہ گردانے ہیں۔ اسیلے کیا گلہ کیا جائے۔ ہر فریق ذمہ دار ہے۔ مگر اسے قبول کرنا گناہ کبیرہ سمجھتا ہے۔

اسی زاویے سے اشرف کے شہر پورٹ لینڈ کے متعلق سوال آیا کہ 143 انج سالانہ بارش کے پانی کی تباہی سے کیسے بچتا ہے اور عام آدمی کی سہولت کو کیسے مقدم رکھتا ہے۔ پورٹ لینڈ میں نکاسی آب کا کام Bureau of Transportation کے پاس ہے۔ وہاں صرف بارش کے پانی کے اخراج کیلئے چار سو چھپن میل کے ڈرین بنائے گئے ہیں۔ اسکے علاوہ، 878 میل کے مشترکہ ڈرین ہیں جو سیور ٹچ اور بارش کے پانی کو دریا تک لیکر جاتے ہیں۔ صرف ایک شہر میں 58000 بارش کے نالے ہیں۔ یہ ہر دم صاف رکھے جاتے ہیں۔ جتنی مرضی بارش ہو جائے، سڑکوں پر ایک میٹر پانی کھڑا نہیں ہوتا۔ بات یہاں نہیں رُکتی۔ ہر گھر کا نقشہ اس وقت تک منظور نہیں کیا جاتا جب تک اس میں بارش کے پانی کو جمع کرنے کیلئے ایک واٹر ٹینک نہیں ہوتا۔ اسے Residential sewerage Trench کہا جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ امریکہ کے وسائل حدد رجہ زیادہ ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ اگر 58000 ڈرین صاف نہ رکھے جائیں تو یہ شہر بھی دو تین سال کے بعد کراچی کی طرح پانی میں ڈوب جائیگا۔ مگر وہ تو امریکہ ہے۔ وہاں تو تصویر نہیں ہے کہ بلد یا تی اور حکومتی اداروں میں فرضی بل بنا کر پیسے وصول کر لیے جائیں۔ ہزاروں لوگوں کو سیاسی عصیت کی بندیا پر بھرتی کیا جائے۔ میرٹ کو بھر پور طریقے سے نظر انداز کر کے، ہر وہ کام کیا جائے جس سے مالی منفعت کا امکان ہو۔

تکلیف دہ بات تو یہ بھی ہے کہ کراچی کے لوگ عید کے دن قربانی بھی معقول طریقے سے نہ کر پائے۔ مگر ایک سیاسی شاہاشی کا نقارہ بجا۔ پبلپلز پارٹی کے چیئرمین نے، وزیر اعلیٰ سندھ کو بھر پور محنت کرنے پر خوب شabaش دی۔ انکی کام کی لگن کو سراہا گیا۔ مگر یہ پھکی کتنی درست اور صحیح ہے، اسکے متعلق کراچی کے لوگ خوب جانتے ہیں۔ زخموں پر نمک چھڑ کنے کا رویہ، کبھی بھی صائب نہیں ہو سکتا۔ گزشتہ گیارہ سال سے حکومت میں رہنے کے باوجود، صوبائی حکومت محض ایک بارش کا مقابلہ نہ کر پائی۔ جمہوریت کا رنگ و رونگ اُترا، تواصل چہرہ بھی سامنے آگیا۔ صرف ایک بارش نے وہ کر ڈالا، جو شاہد اس سے پہلے کبھی نہ ہوا ہو۔ مگر یہاں کون فکر کرتا ہے۔

رأو منظر حیات